ترجمہ اور لسانیات: نئے مباحث

ڈاکٹر عظمیٰ سلیم*

Abstract:

This brief article narrates the relation of translation with linguistics. Apparently it look there may be no relation between these two thing depending upon one common thing language. But interestingly the writer has shown some similarities between these two spheres of knowledge.

علوم کے سراغ، دریافت، اور پھر ان کی مختلف شاخوں کے بارے میں جاننا ایک دل چسپ سلسلہ ہے۔ یہ لامتناہی سلسلہ نہ صرف دنیا بھر پہ چھایا ہوا ہے، بلکہ اپنی ابتدا سے پھیلاؤ تک ایک ایسی زنجیر کی حیثیت رکھتا ہے، جس کی کڑیاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے میں یوں پیوست ہو جاتی ہیں کہ ان کو جدا کرنا ممکن نہیں رہتا۔ لسانیات کا علم، علوم کی ایک ایسی ہی شاخ سے تعلق رکھتا ہے، جہاں ان کڑیوں کی مضبوطی اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ زبانوں کا سفر جاری رہنے سے ہی لسانیات کا علم جاری رہتا ہے اور اس سفر سے ہی اس علم کی مزید شاخیں جنم لیتی ہیں اور زبانوں کی تبدیلی کے اس سفر سے ہی لسانیات کے ارتقا کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔

انسانی زندگی کی ابتدا ہی سے رابطہ کی خواہش نے زبان کو جنم دیا اور صوتیات کی پیدائش سے قبل ہی انسان نے اپنی حرکات و سکنات کے ذریعے متوجہ کرنے کے فرض کو پورا کر لیا۔ یہ ایک دل چسپ حقیقت ہے کہ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی ربط کی خواہش پیدا ہوئی اور اس خواہش کی ترجمانی نے اول اول لسانیات کی تشکیل اور بعد ازاں ترجمہ کی ضرورت کو جنم دیا۔ رابطے اور ابلاغ کی اسی ضرورت نے ترجمے کو جنم دیا۔ مختلف سماجی گروہوں کے آپس میں بنیادی رشتوں پر نظر ڈالی جائے تو ابتدائی طور پر ان مختلف اشاروں اور حرکات و سکنات کو، جو ایک دوسرے پر اپنا موقف ظاہر کرنے کی غرض سے کیے گئے ہوں گے، ترجمہ ہی کی ایک قسم قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ ایک خاص موقف کی ترسیل ہی دراصل ترجمہ ہے۔

انسان ابتدائے آفرینش سے ہی رابطے کی بنیادی خواہش رکھتا ہے اور اس خواہش کے نتیجے میں دنیا کے مختلف خطوں میں آبادیاں، تہذیبیں اور نسلیں رونق افروز ہوئیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ میلوں، کوسوں اور قرنوں کے

* شعبہ اُردو، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا۔

فاصلوں کے باوجود انسانوں کا رابطہ ہوا۔اوراس رابطے کے لیے کبھی انہوں نے انسانوں اور زبانوں کا سہارا لیا اور کبھی زبان نہ جاننے کی صورت میں تراجم کا سہارا لینا پڑا۔اس لحاظ سے زبانوں اور تراجم کا ساتھ پرانا ہے۔

زبان و ادب سے تعلق رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ادب میں لسانیات اور ترجمے کی کیا حیثیت ہے؟ زبانوں کی لسانی سطح کے علاوہ تحریری اور ادبی سطح پر تراجم کی ضرورت مسلم ہے۔لیکن ان دونوں میں جو مماثلتیں موجود ہیں، مشترکہ طور پر ان کی جانب اب تک بہ وجوہ کم توجہ کی گئی۔موجودہ دور میں جب کہ ان دونوں کو جامعاتی تدریس میں ایک خاص حیثیت دی گئی ہے، یہ لازمی امر ہے کہ ان دونوں کے درمیان گہرے تعلق کو نظرانداز نہ کیا جائے۔لسانیات اور ترجمے کے مابین مماثلتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ دونوں قدامت کے اعتبار سے یکساں ہیں۔ترجمہ نے بھی انسانیت کی ابتدا سے ابلاغ کا فریضہ انجام دیا اور زبانوں نے بھی ابتدائے آفرینش سے انسان کی ترجمانی کی۔ڈاکٹر مرزا حامد بیگ کا یہ کہنا بجا ہے کہ؛

> ''انسانی تہذیب کی ترقی کسی ایک گروہ سے وابستہ نہیں۔اس کی ترقی مجموعی انسانی ترقی ہے اور اس ترقی میں ترجمے کا بڑا ہاتھ ہے۔یوں ترجمہ محض علوم کے فروغ ہی میں حصہ نہیں لیتا ہے بلکہ انسانی گروہوں کے درمیان ذہنی مفاہمت بھی پیدا کرتا ہے۔غرض کہ اس کی اہمیت مسلم ہے۔''(۱)

۲۔ ترجمہ اور زبانیں دونوں، ترجمانی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ترجمہ زبانوں کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے اور زبانیں اسی پل کی بدولت اپنا رشتہ ایک دوسرے سے استوار رکھتی ہیں۔

۳۔ دونوں کی کوئی حد مقرر نہیں، یعنی زبانوں کا دائرہ بھی لامحدود ہے اور ترجمے کا بھی۔اس ضمن میں مرزا حامد بیگ کا کہنا ہے کہ:

> ''اس بات سے انکار نہیں کہ ہر زبان وادب کے امتیازی جوہر خود اس کے اپنے زبان وادب میں ہی نمو پاتے ہیں کہ وہ براہ راست اس زبان و ادب کے قومی شعور کی پیداوار ہوتے ہیں لیکن ترجمہ اس کی حدود کو لامحدود کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے اور ہر زبان کی ادبیات کے محدود ومخصوص دھارے میں ایک اور زبردست دھارے کا اضافہ کر دیتا ہے۔''(۲)

۴۔ اقوام، تہذیب ومعاشرت، نسلوں، علاقوں کی جھلک دونوں میں نمایاں ہے۔زبان مختلف تہذیبوں کا سفر ہے اور ترجمہ اس کی جھلک دوسری زبانوں تک پہنچاتا ہے۔حسن الدین احمد کے خیال میں:

> ''ایک زمانہ کے ادبی ماحول اور دوسرے زمانہ کے ادبی ماحول میں کچھ بنیادی فرق ہوتا ہے اور بعض اقدار مشترک ہوتے ہیں۔ترجموں کے ذریعے ہم ان کا پوری طرح جائزہ لے سکتے ہیں۔''(۳)

۵۔ دونوں شعبوں کا ایک تاریخی پس منظر اور ادب میں ایک واضح روایت موجود ہے۔ ہر زبان میں مختلف اصناف اور مختلف زمانوں میں تراجم کا ایک مخصوص کردار موجود ہے۔ یہی نہیں بلکہ دنیا کے تمام بڑے فلسفے اور افکار ترجمے کی بدولت ہی ہم تک پہنچتے ہیں۔ ادب کا نقطۂ آغاز بھی تراجم ہی ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر غلام علی الانہ کا کہنا ہے:

> ''ہر زبان کے نثری ادب میں تخلیقی اور شعری ادب میں پہلے تراجم کا عمل شروع ہوتا ہے۔۔۔ ہمارے ادیبوں نے ترجمہ شدہ فن پاروں سے متاثر ہو کر تخلیقی کام شروع کیا۔ گویا تراجم کے دور سے ادب کا تخلیقی دور شروع ہوتا ہے، یعنی تخلیقی ادب کا انحصار بڑی حد تک ترجمہ شدہ فن پاروں پر ہی ہوتا ہے۔''(۴)

۶۔ زبانوں کی زندگی ترجمے کی مرہونِ منت ہے اور ترجمے کی زندگی زبانوں کی محتاج۔ زبانوں کے لین دین کے اس خاص کردار کے متعلق خالد اقبال کہتے ہیں:

> ''زبانوں کی یہ ترقی کئی سطحوں سے ہوتی ہے۔ مثلاً ذخیرہ الفاظ کا تبادلہ، محاوروں اور محاکات میں تبادلہ علمی، تخلیقی، تحقیقی انداز میں تبدیلی، زبانوں کے ادب میں بطور خاص اسلوب اور ہیئت کی متنوع صورتیں بلاشبہ ترجمہ کی مرہون منت ہیں۔''(۵)

۸۔ ترجمہ دو زبانوں کے درمیان پل بناتا ہے۔ زبانیں ترجمے کے ذریعے ہی ملاپ کا سفر مکمل کر سکتی ہیں۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ کی یہ رائے اس لحاظ سے صائب ہے کہ:

> ''ترجمہ عملی سطح پر دو زبانوں اور دو تہذیبوں کے درمیان پل بنانے کا کام کرتا ہے اور متن کا اس کی تمام اسلوبی خصوصیات اور تہذیبی بو باس کے ساتھ کسی دوسری زبان میں منتقل ہو جانا ہی ترجمے کا اصل گن ہے۔''(۶)

۹۔ ترجمہ الفاظ و تراکیب کی تشکیل میں زبانوں سے استفادہ کرتا ہے۔ اور زبانیں ہمیشہ کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر عمل کرتی ہیں۔ لہذا اس دوطرفہ عمل کے دوران ترجمہ شدہ زبانوں سے الفاظ و تراکیب دوسری زبانوں میں داخل ہوتے اور ان میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں۔

۱۰۔ علوم و فنون کی منتقلی کی غرض سے ترجمہ اور زبانیں دونوں ہی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ خصوصاً کلچرل گلوبلائزیشن کا یہ تقاضا ہے کہ ترقی یافتہ اقوام کے سرمائے کو آگاہی حاصل کی جائے۔ (۷)

۱۱۔ لسانیات کی تشکیل میں لفظیات اور معنیات اہم کردار ادا کرتے ہیں اور ترجمہ بھی لفظ اور معنی کے رشتے پر زور دیتا ہے۔ دونوں میں تہہ در تہہ معنویت کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ زبانوں کی اس معنویت کو اجاگر کرنے میں ترجمہ مددگار ثابت ہوتا ہے۔

اب تک کی صورت حال کے مطابق لسانیات کو تو ایک اہم موضوع سمجھا گیا لیکن ترجمہ کی حیثیت کو نظر انداز کیا جاتا رہا۔ اب جامعات اس جانب متوجہ ہو رہی ہیں تو ان رشتوں پر بحث کرنا ضروری ہے، جو لسانیات کے

مطالعے میں ترجمے کی اہمیت پر مبنی ہیں۔اس لحاظ سے ترجمہ لسانیات کے علم کی ایک اہم شاخ کی حیثیت رکھتا ہے۔

لسانیات، ادب اور ترجمے کا ساتھ کسی ایک خاص صنف یا کسی ایک خاص عہد تک محدود نہیں بلکہ ان کے رشتے لامحدود ہیں۔ ہر عہد میں زبانوں کا تعلق ترجمہ کے ساتھ رہا اور ہر صنف کے مختلف زبانوں میں تراجم کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔اس لحاظ سے یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔جس طرح لفظ اور معنی کے رشتے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح زبانوں کی معنویت کو اجاگر کرنے کے لیے ترجمے کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔اردو زبان کے حوالے سے دیکھا جائے تو ترجمہ کا سفر ترقی کا سفر ہے۔ترجمہ اولین ضرورت ہے،خواہ وہ نصابی سطح پر ہو،ادبی سطح پر یا لسانی سطح پر۔علوم وفنون کی ترقی بھی اسی صورت ممکن ہے، جب تراجم کی صورت میں خاطر خواہ مواد کسی زبان میں موجود ہو۔

زبانوں کے ارتقا کے سفر میں بھی ترجمہ ایک خاص کردار ادا کرتا ہے۔ پاکستانی زبانوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو بہت سی زبانیں اب بول چال سے نکل کر ادب کے مراحل طے کر کے معیاری زبان کے درجے تک پہنچ چکی ہیں۔زبانوں کی ترقی کے اصول کے مطابق پس ماندہ زبانیں ہمیشہ سے اپنی ترقی کے لیے ترقی یافتہ زبانوں کی محتاج ہوتی ہیں۔اگر اسی اصول کے تحت پاکستانی زبانوں کا جائزہ لیا جائے تو مختلف پاکستانی زبانیں اردو اور دیگر بین الاقوامی زبانوں کے ساتھ رابطے کی منتظر ہیں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب جامعاتی تحقیق کے ذریعے ترجمے کا ایک خاص کردار زبانوں میں سامنے لایا جائے،جس کے ذریعے نہ صرف لسانیات بلکہ ادب میں اضافے بھی سامنے آسکیں گے۔ان اضافوں کے ساتھ ساتھ تخلیقی عمل کو نئی جہات سے بھی آشنا کرنے میں مدد ملے گی اور تنقید وتحقیق کے وسیلے سے ادب میں خیال افروز مباحث کا دروازہ کھلے گا۔(۸)

حوالہ جات

۱۔ حامد بیگ،مرزا،ڈاکٹر:مغرب سے نثری تراجم،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،مئی ۱۹۹۸ء،ص۱۹۔
۲۔ ایضاً،ص۲۔
۳۔ حسن الدین احمد:فن ترجمہ،مشمولہ،فن ترجمہ کاری (مباحث)،مرتبہ ڈاکٹر صوبیہ سلیم،محمد صفدر رشید،ادارہ فروغ قومی زبان،اسلام آباد،۲۰۱۲ء،ص ۸۵۔
۴۔ غلام علی الانہ،ڈاکٹر: ادب میں تراجم کی اہمیت،مشمولہ اردو زبان میں ترجمے کے مسائل،مرتبہ اعجاز راہی،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۸۲ء،ص۲۱۔
۵۔ خالد اقبال:فن ترجمہ اصول ومبادیات (تحقیقی مطالعہ)،جھوک پبلشرز،ملتان،۲۰۱۳ء،ص۱۴۔
۶۔ حامد بیگ مرزا،ڈاکٹر:مغرب سے نثری تراجم،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۹۸ء،ص۱۶۔
۷۔ خالد اقبال:فن ترجمہ اصول ومبادیات (تحقیقی مطالعہ) جھوک پبلشرز،ملتان،۲۰۱۳ء،ص۱۹۔
۸۔ غلام شبیر رانا،ڈاکٹر:اسیر عابد کا منظوم ترجمہ،دیوان غالب (پنجابی) مشمولہ،ماہ نو،فروری ۱۹۹۴ء،ص۲۴۔